ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

موصیان و چندہ دہندگان کو تقویٰ کی نصیحت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ رفروری ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

(الطلاق: ۳-۴)

پھر فرمایا:

حضرت اقدس مسیح موعو علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نظم لکھ رہے تھے جس کا موضوع تھا تقویٰ جب آپ اس مصرعہ پہ پہنچے کہ ”ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے“ تو معاً الہام ہوا ”اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے“ (تذکرہ صفحہ:۳۳۴) اور بھی بعض حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے اشعار ہیں جن میں ایک مصرعہ آپ نے کہا تو دوسرا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ ایک بہت ہی گہری حکمت کی بات ہے کہ تقویٰ کی جڑ اگر رہے تو سب کچھ رہا ہے۔

قرآن کریم اس مضمون کو یوں بیان فرماتا ہے اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (ابراہیم: ۲۵) کہ مومن کی زندگی کا پاکیزہ درخت کلمہ طیبہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کی جڑ زمین میں بہت گہری

پیوستہ ہوتی ہے وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اوراس کی شاخیں آسمان تک پہنچتی ہیں۔اس میں ثَابِتٌ کی تصویر کھینچی گئی ہے وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ کہہ کے۔امر واقعہ یہ ہے کہ درخت کی جڑیں جتنی گہری اور مضبوط ہوں اسی نسبت سے اس کی شاخیں بلند ہوسکتی ہیں، اس کا تنا اونچا ہوسکتا ہے۔وہ درخت جن کی جڑیں سطحی ہوں وہ بہت اونچا قد اختیار نہیں کر سکتے اور اگر کسی اونچائی تک پہنچ بھی جائیں تو ہوا کے معمولی تھپیڑے سے ہی وہ اکھڑ جاتے ہیں. ثَابِتٌ کہہ کر یہ بیان فرمایا کہ اتنی گہری، اتنی گہری کہ وہ مومن کے وجود کا درخت اگر آسمان تک بھی بلند ہو جائے اور آسمان سے اس کی شاخیں باتیں کرنے لگیں تب بھی وہ جڑ نہیں ہلتی اور وہی تقویٰ کی جڑ ہے۔تقویٰ کی جڑ اگر مضبوط ہو اور گہری ہو تو مومن کی ساری روحانی زندگی کی نشو ونما اسی پر مبنی ہے۔اس کے وجود کا استحکام اس پر مبنی ہے ابتلاؤں سے بچنے کا گر اسی میں واقعہ ہے کیونکہ ابتلا مثال تو ایسی ہے جیسے زلزلے آئیں اور آندھیاں چلیں تو وہ درخت جن کی جڑیں کمزور ہوتی ہیں وہ اکھڑ جایا کرتے ہیں۔پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے تو اس میں سب کچھ بیان کر دیا جس کو معلوم کرنے کی ایک مومن کو حاجت ہوسکتی ہے۔

اس مضمون کا زندگی کے ہر شعبے سے تعلق ہے۔صبح سے لے کے رات تک اور رات سے صبح تک ایک انسان کی زندگی پر جتنے بھی لمحات گذرتے ہیں ان سب لمحات میں یہ مضمون کسی نہ کسی رنگ میں یا جلوہ دکھا رہا ہوتا ہے یا ناکام ہو کر انسان پر کوئی داغ لگا رہا ہوتا ہے۔اور کوئی زندگی کا ایسا لمحہ نہیں جس کا اس مضمون سے تعلق نہ ہو۔کوئی انسانی دلچسپی کا شعبہ ایسا نہیں جس کا اس مضمون سے تعلق نہ ہو۔مثلاً لوگ جو کثرت سے مالی معاملات میں لین دین میں جھگڑوں کے متعلق مجھے لکھتے ہیں۔اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ قضاء کی طرف معاملہ کو پیش کیا جائے۔امور عامہ سے یہ کہا جائے، کہ وہ سمجھوتہ کرانے کی کوشش کرے۔ناظر صاحب اصلاح وارشاد کو لکھا جائے امیر جماعت کو توجہ دلائی جائے مگر یہ سارے علاج سطحی ہیں۔لازماً جڑ میں کوئی کمزوری ہے۔لازماً کوئی بیماری ایسی ہے جس کا جڑ سے تعلق ہے اور وہ راز ہم پر کھلا کہ وہ تقویٰ کی جڑ ہے جس میں کوئی کمزوری پیدا ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں شاخیں بیماری دکھانے لگی ہیں۔پس یہ علاج بھی سطحی ہیں جو میں نے بیان کئے جب تک ہم جڑ کی طرف توجہ نہ کریں اور گہرا اتر کر اس بیماری کو وہاں دور نہ کریں اس وقت تک ہم حقیقت میں

جماعت کی مالی امور میں اصلاح کی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کر سکتے۔

اس مضمون پر جب میں نے غور کیا تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہاں بھی درجہ بدرجہ جڑ کی بیماریاں بھی مختلف مقامات پہ پھیلی پڑی ہیں۔ جڑ میں بھی کچھ سطحی بیماریاں ہیں کچھ نسبتاً گہری کچھ اور گہری اور جو سب سے گہری جڑ کی بیماری ہے وہ ہے خدا تعالیٰ سے اپنے مالی معاملات کو صاف نہ رکھنا۔ جس طرح بعض دفعہ انسان سے مضمون چلتا ہے خدا تک پہنچتا ہے۔ اس طرح الٹ کر بعض دفعہ خدا سے مضمون چلتا ہے اور انسان تک پہنچتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہ (ترمذی کتاب البر والصلہ حدیث نمبر: ۱۸۷۷) جس نے بندے کا شکر ادا نہ کیا، جس کا دل شکر گزار نہیں ہے اپنے ہم جنسوں کے لئے وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ تو دیکھیں انسان سے بات چلی اور خدا تک پہنچی۔ اس کے برعکس یہ بھی ہوتا ہے کہ جو خدا کا حق رکھتا ہے مال میں اور خدا سے معاملہ صاف نہیں کرتا۔ وہ بندوں سے بھی معاملہ صاف نہیں کر سکتا یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ اپنے مالی معاملات صاف اور سیدھے نہ رکھے اور بندوں کے ساتھ سیدھے رکھے۔ اس کے برعکس یہ ہوسکتا ہے کہ بعض انسان اتنے گہرے بیمار نہ ہوں تقویٰ کے لحاظ سے کہ وہ بندوں کا حق بھی ماریں اور خدا کا بھی ماریں۔ وہ سمجھتے ہیں بندوں کے ساتھ تھوڑی سی بددیانتی میں کوئی حرج نہیں، کبھی کبھی اگر حق مار بھی لیا جائے تو کیا فرق پڑتا ہے لیکن خدا کے معاملے میں وہ سیدھا ہوتے ہیں۔ یہ نیکی ہوسکتا ہے ان کو بچالے اور آگے بڑھیں اور پھر بالآخر بندوں سے بھی معاملات کو ٹھیک کر لیں۔ چنانچہ ایسے بعض معاملات میرے ذہن میں ہیں جہاں لوگوں سے تو مالی معاملات میں جھگڑے کئے اور اگر ممکن ہوا تو کچھ نہ کچھ حق دبایا گیا لیکن بعض لوگ اپنے چندوں میں صاف تھے۔ لیکن اس کے برعکس عموماً یہ شکل بہت زیادہ دکھائی دیتی ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ مالی معاملات میں صاف نہ ہو وہ بندوں کے معاملہ میں بالکل بے پرواہ ہو جاتا ہے یا اس کی صفائی محض دکھاوے کی صفائی ہوتی ہے۔ جب اس پر ابتلاء آتا ہے تو لازماً ٹھوکر کھاتا ہے۔ یہ بسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے تو چونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری توجہ اس طرف مبذول فرمائی کہ تقویٰ کے مضمون میں جڑ تک اترو۔ تقویٰ ہی تقویٰ جڑ ہے اور ہر معاملے کی تہہ تک پہنچ کر اس کی جڑ کو تلاش کرو۔ اگر جڑ رہ جائے تو پھر سب کچھ رہ جاتا ہے۔ تو یہ مضمون شعبہ بہ شعبہ اسی طرح یہی شکل اختیار کرتا چلا جائے گا۔

جب ہم مالی معاملات میں تقویٰ کی بات کریں گے تو پہلے خدا سے بندے کے معاملہ کی بات کریں گے پھر بندوں سے بندے کے آپس کے معاملات کی بات کریں گے۔اس پہلو سے میں غور کر کے جماعت کے سامنے آج دو تین باتیں رکھنا چاہتا ہوں۔ان معاملات میں اگر جماعت تقویٰ کے اعلیٰ معیار کو حاصل کرے تو مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بندوں کے حقوق میں بھی غیر معمولی طور پر نمایاں اصلاح کی صورت پیدا ہوگی۔انشاءاللہ تعالیٰ

چندوں کے متعلق میں نے سپین کے خطبہ میں یہ ایک عام اعلان کیا تھا کہ وہ لوگ جو بعض مالی مشکلات کی بناء پر شرح کے ساتھ چندہ ادا نہیں کر سکتے ان کو چاہئے کہ وہ مجھے لکھ کر جماعت کی معرفت خواہ اکٹھی فہرستیں آجائیں ضروری نہیں کہ ہر ایک الگ الگ مجھے لکھے بہر حال اعلان یہ کیا تھا کہ وہ مجھے لکھ کر بتا دیں کہ ہماری شرح تو یہ بنتی ہے مگر ہم فلاں فلاں مجبوری کے باعث شرح کے مطابق چندہ ادا نہیں کر سکتے اور اس معاملہ کو تشہیر نہیں دی جائے گی اور بصیغہ راز معاملہ رکھا جائے گا اور میرے نزدیک ایسے لوگ بری الذمہ ہو جائیں گے کیونکہ حسب حالات توفیق کے مطابق مالی قربانی اصل قربانی ہے اور خدا تعالیٰ یہ تقاضا ہی نہیں کرتا بندے سے کہ اپنی توفیق سے بڑھ کر وہ خدا کے حضور کچھ پیش کرے۔

چندہ عام کا جہاں تک تعلق ہے میرا یہ اعلان تھا کہ چونکہ مجھے اختیار ہے کہ چندہ عام کی شرح حسب حالات کم کر دوں اس لئے وہ میں کم کر سکتا ہوں لیکن جہاں تک وصیت کا تعلق ہے وصیت کی شرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ،خدا تعالیٰ کی راہنمائی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے مقرر فرمائی ہے اور امام وقت وہ ہیں میں تو ان کا ایک ادنیٰ غلام ان کی نیابت کرنے والا ہوں اس لئے اس میں مجھے قطعاً کوئی اختیار نہیں۔موصی کے اگر مالی حالات خراب ہوتے ہیں اور وہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دے سکتا تو اس کے لئے آسان بات یہ ہے کہ وہ وصیت منسوخ کرا لے۔اور اس میں کوئی گناہ نہیں۔ایک آدمی نیک نیتی سے وصیت کرتا ہے فیصلہ کرتا ہے کہ میں خدا کی راہ میں ہمیشہ جو کچھ بھی مجھے خدا عطا فرمائے گا دسواں حصہ واپس کرتا چلا جاؤں گا۔کسی موقع پر پہنچ کر اس کا حقوق العباد پر اثر پڑتا ہے اور خدا ہی کے حکم کے مطابق وہ یہ عرض کر سکتا ہے کہ اب میرے حالات اجازت نہیں دیتے اس لئے میں مجبور ہوں کہ اس وصیت کو ختم کروں لیکن جب تک کوئی موصی ہے اس

کو قطعاً کوئی حق نہیں کہ خدا کی طرف سے عطا کردہ آمد کچھ اور ہو اور وصیت رکھتے ہوئے وہ پھر دسویں حصے سے جو کم از کم شرح ہے اس سے کم دے رہا ہو اور یہ سمجھ رہا ہو کہ جماعت کے علم میں چونکہ بات نہیں آئی اس لئے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جماعت کو تو وہ دے ہی نہیں رہا وہ تو خدا کو دے رہا ہے اور خدا کی تو لمحہ لمحہ اس کے حال پر نظر ہوتی ہے ۔دینے والا وہ ہے اس سے کس طرح چھپا سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے دائیوں سے کس طرح بدن کے راز چھپ سکتے ہیں۔ دائیوں سے بہت بڑھ کر خدا جو قادر مطلق ہے اور خالق ہے اور عالم الغیب ہے اور عالم الشہادۃ ہے اور سمیع و بصیر ہے اس سے کیسے بندے کے راز چھپ سکتے ہیں۔ اس لئے جب بھی انسان ایسے معاملات میں تقویٰ سے گرتا ہے جن معاملات میں کسی پہلو سے اس کا کوئی اختیار نہیں تو وہیں وہ خدا کی پکڑ کے نیچے آجاتا ہے اس کے سارے معاملات بے برکت ہو جاتے ہیں۔ بعض بدیاں گھن کی طرح دوسری نیکیوں کو کھانے لگتی ہیں اور یہ ایک بہت ہی خطرناک زہر ہے جو جڑ کا کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا۔ اس لئے ان چیزوں کو معمولی نہ سمجھیں۔ خدا تعالیٰ کے معاملہ میں سب سے پہلے سیدھا رہیں سیدھا ہونے کی کوشش کریں اور اپنے نفس سے کھل کر بات کیا کریں۔ بعض دفعہ انسان کو دوسرے کی بجائے اپنے نفس سے کھل کر بات کرنی ہوتی ہے۔ بسا اوقات ایک انسان جرم میں آگے بڑھتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے نفس سے شرماتا ہے اور آنکھ نہیں ملاتا اور اپنے نفس کی آواز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور کھل کر اس سے معاملہ طے نہیں کرتا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کیوں کر رہا ہوں۔ مجھے کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے ۔ لیکن بعض اوقات اپنے نفس کے ساتھ خوب کھلے ہوتے ہیں جس طرح بعض دوسرے انسانوں سے کھل کر معاملہ طے کرتے ہیں ان کو عادت ہوتی ہے وہ اپنے نفس سے ایک ذہنی گفتگو کرتے ہیں اور خوب کھنگال کر چیزوں کو صاف ستھرا سامنے لا کر دیکھتے ہیں۔ تو اپنے نفس سے ایسے شخص کو کھل کر بات کرنی چاہئے کہ میں اگر اس لائق نہیں ہوں تو مجھے چھوڑ دینا چاہئے بجائے اس کے کہ میں زیادہ نیکی کے شوق میں جو ہاتھ میں آیا ہوا ہے اس کو بھی ضائع کر دوں۔ کتنی بیوقوفی کی بات ہے، مجھے تھوڑے پر راضی رہنا چاہئے ،جتنی نیکی کی مجھے توفیق ہے اتنے اس نیکی کے اندر رہوں اور اسی پر خدا کا شکر کروں اور اس سے زیادہ کی توقع رکھوں اور زیادہ مانگوں۔ یہ ہے اصل حکیمانہ طرز جو خدا تعالیٰ سے بھی اختیار کی جاتی ہے تو فائدہ ہوتا ہے، بندوں سے بھی اختیار کی جاتی ہے تو فائدہ

ہوتا ہے۔ ورنہ ایسے چندے جن کی جڑ میں بد دیانتی داخل ہو چکی ہو، بندے اور خدا کے معاملہ کے اندر بگاڑ آ گیا ہو وہ باقی سارے مال کی نیکی کو ضائع کر دیتے ہیں۔

چنانچہ قرآن کریم نے ہمارے سامنے یہ اصول کھول کر رکھا

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج:۳۸)

کہ تم جو قربانیاں پیش کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو تو نہ ان کا خون پہنچتا ہے نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے۔ یعنی جہاں تک مادی حصہ کا تعلق ہے خدا تعالیٰ تک کچھ بھی منتقل نہیں ہوتا۔ ہاں تقویٰ تم سے خدا کو پہنچتا ہے۔

پس اگر خدا کے حضور انسان تھوڑا پیش کر سکتا ہے اور تقویٰ کے ساتھ وہ پیش کیا جاتا ہے تو اس کی بہت قدر ہے اور تقویٰ روپوں میں نہیں گنا جایا کرتا۔ تقویٰ کے ماپنے کے پیمانے بالکل مختلف ہیں۔ اس سے یہ راز بھی ہمیں معلوم ہوا کہ جب ہم خدا کے حضور پیش کرتے ہیں اور اگر ہمیں توفیق ہے ایک کروڑ روپیہ دینے کی اور اگر ہم ایک لاکھ پیش کرتے ہیں تو جہاں تک دنیا کا پیمانہ ہے تو بہت بڑی رقم پیش کی گئی ہے لیکن جہاں تک خدا تعالیٰ کا پیمانہ ہے ۱۰۰ /۱ تقویٰ اس کو پہنچا جتنا تقویٰ اس کو پہنچنا چاہئے تھا اس کے مقابل یعنی امر واقعہ یہ ہے کہ تقویٰ کے پیمانے اس رنگ میں دیکھے جاتے ہیں حسب توفیق اور حسب نیت اور پھر اسی طرح ہی نہیں دیکھے جاتے اور بھی بہت سے اس کے پہلو ہیں جن پر بندے کی نظر پہنچ ہی نہیں سکتی۔ کس قدر محبت تھی اس پیش کرنے میں ۔ کیا کیا قربانیاں شامل تھیں جذبات کی اس قربانی کو پیش کرنے میں۔ پیار اور تقدس کے کیا کیا پہلو اس میں شامل تھے۔ عجز کے کتنے پہلو اس میں شامل تھے، قربانی کے بعد کا طرز عمل کیا تھا۔ مثلاً یہ بعد والا پہلو جو ہے یہ ساری باتیں تقویٰ کے مختلف پہلو ہیں جو ہر نیکی پر اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں، ہر نیکی کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں اور کسی ایک پہلو میں بعض دفعہ کمزوری ہو جائے تو اس پہلو سے دشمن داخل ہو جاتا ہے اور سب گھر کا مال لوٹ کے لے جاتا ہے۔ بعد کے پہلو کے لحاظ سے بعض لوگ خدا کی خاطر قربانی کرتے ہیں اور بعد میں اگر نظام جماعت ان کے خلاف کوئی ایکشن لے کسی معاملہ میں تو وہ پھر گنانا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم نے تو خدا کی راہ میں یہ کیا تھا اور پھر یہ کیا تھا، یا بچے پھر گناتے ہیں کہ ہمارے

ماں باپ نے تو اتنی اتنی قربانیاں دی تھیں اور آج ہمارے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے۔قربانیاں دی تھیں تو خدا کے حضور پیش کی تھیں تمہارا تقویٰ خدا کو پہنچ گیا اگر کچھ تھا تو باقیوں سے کیا مانگ رہے ہو اب تم۔باقیوں کے معاملے میں تو صرف یہ دیکھا جائے گا کہ اگر تم مستحق تھے کسی اچھے سلوک کے اور انہوں نے نہیں کیا تو قطع نظر اس کے کہ تم نے قربانیاں دی تھیں یا نہیں دی تھیں تم سے بدسلوکی کرنے والا خدا کا مجرم ہے۔اور اگر تم مستحق نہیں تھے اور جو سلوک کیا گیا وہ بدسلوکی نہیں بلکہ درست سلوک تھا۔تو چاہے تم نے کروڑوں قربانیاں دی ہوں ہرگز ایسا شخص خدا کے حضور مجرم نہیں ٹھہرتا۔تو بعد میں بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی (البقرہ:۲۶۵) کا جو مضمون خدا نے ہمیں بتایا وہ عمل کر رہا ہوتا ہے یعنی بعض دفعہ من کے ذریعہ احسان جتا کر لوگ اپنی قربانیوں کو ضائع کر رہے ہوتے ہیں بعض دفعہ دکھ کی بات کہہ کر طعن و تشنیع کے ذریعہ اپنی قربانیوں کو ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔تو تقویٰ کے مضمون کو اگر آپ سمجھیں تو آپ اپنی ہر قربانی پر نگران ہو جائیں گے ہر پہلو سے اس کی حفاظت کریں گے۔جس طرح ایک مرغی اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہے اس طرح آپ اپنی ہر قربانی کی حفاظت کریں گے۔تاکہ خدا تک جو کچھ بھی ہے اگر وہ کم ہے تب بھی اور زیادہ ہے تب بھی پورے کا پورا پہنچے اور صحیح حالت میں پہنچے۔تو بہرحال بعض لوگ بدقسمتی سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ چھپا سکتے ہیں ان باتوں کو۔

اور پھر آگے یہ مضمون پھیلتا ہے تو ہر شخص کے پیمانے میں جا کر الگ الگ شکلیں بنالیتا ہے۔بعض موصی میں نے دیکھے ہیں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کو حق دیں جہاں شک کا معاملہ دیکھتے ہیں وہاں وہ خدا کے خانے میں زیادہ ڈال دیتے ہیں۔اپنے خانے میں کم ڈالتے ہیں اور یہ ایک تقوی کی طرز عمل ہے جو زندگی کے ہر معاملہ میں ان کے ساتھ چلتی ہے۔کئی ایسے وصیت کے معاملات میرے سامنے آتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی پوری جائیداد دے دی یعنی اس کی قربانی جتنا بنتا تھا وہ ادا کر دی اور اس کے بعد وہ جائیداد بیچی تو قیمت زیادہ ملی دفتر وصیت ان کو لکھتا ہے کہ آپ ایک دفعہ جائیداد کی قیمت دے بیٹھے ہیں اب مزید آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں وہ کہتے ہیں نہیں ہم نے جب قیمت ادا کی تھی اس وقت دس ہزار کی جائیداد تھی اب بیچی ہے تو بارہ ہزار میں بکی ہے۔اس دو ہزار پر آپ وصیت لیں اور پھر دے کر چھوڑتے ہیں۔دس دفعہ مال تجارت کے چکر میں داخل ہو تو دس دفعہ وہ اس کی وصیت ادا کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں اب بھی ہم نے

کوئی خدا کا مال اپنے مال میں نہ رکھ لیا ہو اور اس کے باوجود وہ یہ نہیں سمجھتے کہ انہوں نے کوئی ایسی عظیم الشان نیکی کر دی ہے کہ ساری عمر اب جماعت پر احسان قائم رہے گا۔ ایسے لوگ انکسار میں بھی زیادہ ہوتے ہیں اور یہی تقویٰ کی خاص نشانی ہے۔ تقویٰ کی پہچان میں سے یہ ایک پہچان ہے کہ ہر وہ نیکی جو تقویٰ کے ساتھ کی جائے اس کے ساتھ تکبر نہیں آتا۔ ہر وہ نیکی جو تقویٰ سے عاری ہو اس میں لازماً تکبر داخل ہو جاتا ہے۔ اور یہ اس کی تباہی کی پہلی نشانی ہے۔

بہر حال اس کے مقابل پر ایسے لوگ بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ جہاں شک کا پہلو ہو وہ اپنے حق میں فیصلہ کرتے ہیں۔ اور اس کے درمیان درمیان بہت سی شکلیں بنتی ہیں جن کو ہم نے کئی دفعہ قانون کی صورت میں واضح کرنے کی کوشش کی لیکن اتنی مشکلات ہیں ان باریکیوں کو تہہ کرنے کہ بڑے بڑے صاحب تدبر اور صاحب فکر لوگ، زندگی کے ہر شعبہ کا تجربہ رکھنے والے وکلاء اور تجار اور زمیندار اور نوکری پیشہ اور حکومت کے ملازمین ہر قسم کے لوگ، انشورنس کے ماہرین مختلف علوم کے ماہرین وہاں اکٹھے کئے گئے اور بعض دفعہ دو دو سال کمیٹیوں نے غور کیا اور بالآخر اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے ادھوری رپورٹ پیش کر دی کہ اتنی مختلف شکلیں ہیں انسانی زندگی کی کہ کسی ایک قانون کے ذریعہ قطعی طور پر یہ واضح کرنا ممکن ہی نہیں ہے کہ فلاں معاملے میں مکان اگر تمہارا اپنا ہے تو وصیت کس طرح ادا کرو، اگر تم گورنمنٹ کے مکان میں رہتے ہو تو کس طرح ادا کرو ٹیکس دیتے ہو تو کس طرح ادا کرو، انشورنس دیتے ہو تو کس طرح ادا کرو، کسی کمپنی نے تمہیں بعض سہولتیں دی ہوئیں ہیں تو کس طرح ادا کرو، کسی نے نہیں دی ہوئیں تو کس طرح ادا کرو، بے شمار زندگی کے معاملات کی شکلیں ہیں جو ادلتی بدلتی رہتی ہیں۔ زمینداروں کی آمدنیوں کے حساب مختلف ہیں، تاجروں کی آمدنیوں کے حساب مختلف ہیں ان سارے معاملات کو قانون کے تابع لا کر وضاحت کے ساتھ جماعت کے سامنے نہیں رکھا جا سکتا کہ جس کے بعد ہر موصی کہہ سکے کہ ہاں اب مجھے علم ہو گیا ہے اور چونکہ یہ ممکن نہیں ہے کوشش کی بھی جائے تو ادھوری ہوتی ہے اس لئے درمیان میں آکر پھر تقویٰ اپنے مناظر دکھاتا ہے۔ ہر آدمی اپنے تقویٰ کے مطابق فیصلے کر رہا ہوتا ہے اور ہر فیصلہ ایک دوسرے سے الگ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ وہ ایسی زمین میں رہتے ہیں کہ جہاں نظام جماعت معلوم ہونے کے باوجود ہاتھ نہیں ڈال سکتا لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ ایک قانون

ہمارے سامنے رکھا کہ خدا کی چراگاہوں کے اتنا قریب نہ جایا کرو یعنی سرحدوں کے قریب کہ آخر ٹھوکر لگے اور تم سرحد پار کر جاؤ اور خدا کی زمین میں منہ مارنے لگو۔ تو کچھ دیر تک تو وہ جرأت اختیار کرتے کرتے سرحد کے قریب ہونے لگ جاتے ہیں۔ مشکوک معاملات میں اپنے حق میں فیصلے کرنے لگ جاتے ہیں اور کچھ دیر کے بعد پھر پرلی طرف کا گھاس نرم و نازک اور سرسبز جو نظر آتا ہے تو برداشت نہیں ہوسکتا پھر وہاں بھی منہ جانا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر قدم داخل ہوتے ہیں پھر خدا کی زمین اپنی زمین بن جاتی ہے۔

تو اس قسم کے جو معاملات ہیں ان میں بھی ایسی حد تک پہنچ کر پھر خدا سے بددیانتی کی باتیں ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور پھر وہ سمجھتے ہیں کہ اب کوئی فرق نہیں پڑتا یہ ہمارے نفس کا فیصلہ یہی ہے چنانچہ ایسے امور کئی دفعہ جب سامنے آتے ہیں تو انسان کو بڑی تکلیف ہوتی ہے بڑا سخت صدمہ پہنچتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انسان خدا سے اپنے معاملات چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔

بعض موصی ایسے ہوتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے بڑی بڑی جائیدادیں دی ہیں اور وہ جب وصیت کی تھی اس وقت انہوں نے تو تھوڑی جائیداد لکھوائی ہوتی ہے اس لئے وہ ان جائیدادوں کو بلا تکلف اپنے عزیزوں اور اقرباء میں تقسیم کرتے چلے جاتے ہیں اور بہانہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ فرمایا ہے کہ مرنے کے بعد جو چھوڑو گے اس پر صرف وصیت ہے اس لئے ٹھیک ہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حالانکہ یہ بھول جاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کو ساری جماعت کی مجلس شوریٰ نے سمجھنے کی کوشش کی اور خلیفۂ وقت نے ان تشریحات پر صاد کیا ہوا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودات کی ایک تشریح پر جماعت اکٹھی ہو چکی ہے، اس سے اگر تمہیں اختلاف کا حق ہے تو پھر وصیت کے نظام کا ممبر رہنے کا حق بہر حال نہیں ہے۔ اختلاف ہے کوئی گناہ نہیں ہے کہ انسان مجبوراً ذہنی طور پر اختلاف کر سکتا ہے۔ تو پھر ان شرطوں کو پورا نہیں کر سکتا تو ممبر نہ بنے لیکن نظام جماعت کا ممبر ہو اور نظام جماعت کے خلاف ایک انفرادی فیصلہ کر رہا ہو اور اس پر بے دھڑک عمل کر رہا ہو یہ سمجھ کر کہ چونکہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کو جانتا ہوں اور تشریح میں خود کر سکتا ہوں اس لئے میری تشریح چلے گی اور فلاں کی نہیں چلے گی۔ جماعت کے معاملہ میں فرد کی کوئی تشریح نہیں چلے گی۔ اس کے لئے

صرف دو رستے ہیں یا وہ وصیت کے نظام کا ممبر بنا رہے یا نہ رہے تیسرا کوئی رستہ نہیں۔

بعض دفعہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا مقام اتنا ہے، ہمارا مرتبہ اتنا ہے، ہماری پرانی جماعتی خدمات اتنی ہیں کہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہمارا مردہ تدفین سے روکا جا سکے۔ میری حیثیت ہی کوئی نہیں ہے کہ میں کسی کے مردہ کو روک سکوں۔ جماعت میں کسی کی حیثیت نہیں لیکن یہ معاملہ اس طرح نہیں دیکھا جائے گا۔ میری حیثیت نہیں ہے کہ خدا کہے کہ نہیں داخل کرنا تو میں داخل کر دوں۔ میں اس طرح اس مضمون کو دیکھتا ہوں۔ میں ہوتا کون ہوں کہ میرے علم میں آجائے کہ اللہ نہیں چاہتا کہ یہ مردہ فلاں جگہ دفن ہو اور میں اسے دفن کرنے کی کوشش کروں اس کے دنیاوی رعب سے ڈر جاؤں، اس کے کسی اور مرتبے کے رعب سے ڈر جاؤں۔

پس یہاں تقویٰ فیصلے کرنے والے کا تقویٰ بن جاتا ہے اور دونوں جگہ امتحان پیدا کر دیتا ہے تقویٰ۔ ایک جگہ مالی قربانی کرنے والے کا امتحان بنا ہوا تھا دوسری جگہ ان قربانیوں پر نظر ڈال کر جب بعض انتظامی فیصلے کرنے پڑتے ہیں تو ان کے لئے امتحان بن جاتا ہے۔

بہر حال بہت ہی تفصیلی مضمون ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے صرف اشارے کر سکتا ہوں۔ لیکن آپ یہ کو بتا دیتا ہوں کہ وصیت کا معاملہ ہو یا چندہ عام کا معاملہ ہو اگر آپ اپنے تقویٰ کے مطابق مجرم ٹھہرتے ہیں تو جماعت کے علم میں وہ بات آئے یا نہ آئے خدا کو کچھ نہیں پہنچے گا۔ ساری عمر آپ کی قربانیاں بیکار جائیں گی۔ ہو سکتا ہے کروڑوں روپیہ آپ نے دیا ہو لیکن اگر وہ تقویٰ سے عاری ہے تو اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی کھول کے اعلان کر دیا تھا کہ بدن مجھے پہنچتے نہیں تقویٰ مجھے پہنچتا ہے، وہ تم نے بھیجا نہیں تھا اس لئے یہاں آکر اپنے کھاتے میں کیا تلاش کر رہے ہو۔ جو چیز چلی ہی نہیں گھر سے وہ وہاں پہنچے گی کیسے؟ اس لئے میں یہ بتا دیتا ہوں کہ اگر انسانی غلطی کی وجہ سے، انسانی علم کی کوتاہی کی وجہ سے ایسے لوگ دنیا میں نظر میں نہ بھی آئیں تو اللہ کی نظر سے غائب نہیں رہ سکتے اور خدا کا جو اٹل قانون ہے قرآن کریم میں بیان کردہ کہ یہ چیز پہنچے گی اور یہ نہیں پہنچے گی وہ قانون لازماً کام کرے گا اور پھر بہت دیر کے بعد آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم تو کچھ بھی آگے نہیں بھیج کے آئے۔ اس لئے اتنی نیکی کریں جتنی توفیق ہے اور یہ بھی تقویٰ کا تقاضا ہے کہ اپنی حد سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ ڈرو خوف کرو۔ وہ نیکی بہت اچھی ہے اگر چہ تھوڑی ہے جو اپنی حالت میں درست

ہے اور صحت مند ہے اور وہ نیکی جو طاقت سے بڑھ کر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس میں اور بیماریاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔طاقت سے بڑھ کر نیکی کرنے والے کے اندر بسا اوقات ریاء داخل ہو چکی ہوتی ہے۔

طاقت سے بڑھ کر نیکی کی کوشش کرنے والے دو قسم کے ہی ہیں یا تو وہ جو کرتے ہیں اور اپنے نفس کو ہلاک کر دیتے ہیں نیکیوں میں یا وہ جو کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن خفیہ طور پر بچ جاتے ہیں۔ایسے وہ لوگ ہیں جو لازماً ریاء کر رہے ہیں جو ظاہر یہ کر رہے ہیں کہ ہمیں نیکی کا شوق ہے اور دیکھو ہم اتنی نیکی کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں جہاں اندر توفیق ملتی ہے وہ اس نیکی کے نتیجہ میں اپنے مفادات کے جو خطرات ہیں ان کی پیش بندی بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔وصیت بھی کر دیتے ہیں، جائیدادیں بھی کما لیتے ہیں بچوں میں تقسیم بھی کر دیتے ہیں اور خدا کو دینے سے بچ بھی جاتے ہیں۔

میں جماعت کو متنبہ کرتا ہوں کہ یہ معاملات اگر خدا سے رہے تو بندوں سے معاملات کیسے سیدھے ہوں گے۔کیسے قضاء ان معاملات کو درست کرے گی، اصلاح وارشاد کی حیثیت کیا ہے کہ ایسے بندوں کے آپس کے معاملات درست کر دے جن کے خدا سے معاملے درست نہیں ہیں۔ناظر امور عامہ کون ہوتا کہ ایسے لوگوں کی اصلاح کرنے میں کامیاب ہو جائے جن کے مخفی تعلقات خدا سے بگڑے ہوئے ہیں۔

اس لئے جماعت کو چاہئے کہ پہلے اپنی خدا کے ساتھ اصلاح کرے اور یہ ایک لحاظ سے زیادہ آسان ہے۔خدا کے معاملہ میں چونکہ انسان اپنے آپ کو بے بس اور بے اختیار پاتا ہے۔صرف اس کو باشعور ہونا چاہئے اگر وہ باشعور ہو کے خدا سے معاملے کرے تو اس کا بہت کم امکان ہے کہ اتنی دلیری دکھائے خدا پر کہ شعور کے ساتھ خدا کے حق مارنے کی کوشش کرتا ہو۔اسلئے ایسے آدمی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خود اپنے دماغ کو ایک غفلت کی نیند میں لے جاتے ہیں۔وہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں جس طرح کبوتر بلی کو دیکھ کے آنکھیں بند کر لیتا ہے اس طرح یہ بعض حقائق سے آنکھیں بند کر کے زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں کہ کچھ نہیں پتہ چل رہا کچھ نہیں ہو رہا اسلئے آنکھیں کھولو خدا کے معاملات میں۔جب خدا سے معاملات میں آنکھیں کھولو گے تو تمہارے معاملات خود بخود سیدھے

ہونے شروع ہو جائیں گے اور جس کو خدا سے معاملہ سیدھا کرنے کی عادت پڑے اس کی برکت سے لازماً پھر بندوں پر بھی اس کے معاملات پر نیک اثر پڑتا ہے، بندوں کے ساتھ اس کے معاملات بھی ساتھ ساتھ سدھرنے لگتے ہیں۔

اس لئے میں اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور مثالیں تو بے شمار ہیں ایسی جن کو کھول کھول کر پیش کیا جا سکتا تھا لیکن ایک دو نمونۂ بیان کرنی کافی ہیں۔ ہر موصی اور ہر غیر موصی کو اپنے معاملات میں صاف اور سیدھا چلنا چاہئے۔ جو بے شرح دیتے ہیں سولہواں حصہ، وہ بھی اس طرح قصوروار ہیں۔ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ ان کا نفس وہاں بھی ان کے لئے بعض بہانے رکھ دیتا ہے وہ کہتے ہیں فلاں وقت سپین کے خطبے میں اجازت تو دے دی تھی نا اور یہ جو شرط ہے کہ ہم ان کو لکھ کے مانگیں اجازت یہ تو زائد چیز ہے عملاً تو اجازت مل گئی ہے اور اس طرح وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے کر ایک غلطی کے مرتکب ہونے لگ جاتے ہیں حالانکہ بالکل غلط بات ہے کہ وہ ایک زائد چیز ہے۔ انسانی نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے وہ بات کی تھی اور انسان کے خدا سے معاملات کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ بات میں نے خطبہ میں بیان کی تھی۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص اپنے طور پر اگر وہ 16000 میں سے ایک ہزار 1000 نہیں دے سکتا تو اگر وہ یہ بات میرے سامنے لائے تو جھجکے گا۔ وہ کوشش کرے گا کہ بجائے اس کے کہ میں اجازت لوں کوشش کرتا ہوں زور لگا کے دیتا ہی رہوں۔ کھل کر میرے سامنے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے یہ بتائے کہ میری شرح کم ہونی چاہئے۔ اس کے لئے اس کا نفس حجاب محسوس کرتا ہے اور چونکہ حجاب محسوس کرتا ہے اس لئے وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے کوشش کرتا ہے کہ بہت اچھا میں فلاں جگہ سے سمیٹ لیتا ہوں۔ فلاں کام کو سمیٹ لیتا ہوں فلاں خرچ کو کم کر لیتا ہوں۔ اور یہ تو بری بات لگتی ہے کہ میں لکھوں کہ مجھے یہ کم چندہ کیا جائے۔ میں تو باوقار آدمی ہوں، مجھے جانتے ہیں یا نہیں جانتے یا جو بھی شکل ہے ایک دل میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ یہ شرم مددگار ہے جماعت کی۔ یہ شرم اس کی مددگار ہے، اس کو نیکی کی توفیق بخشتی ہے۔ اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے یہ لکھا تھا۔ پھر اس لئے بھی لکھا تھا کہ جب کوئی شخص لکھتا ہے تو بعض دفعہ معلوم ہو جاتا ہے کہ بیچارا بالکل مجبور ہو چکا ہے۔ بعض دفعہ ایسے درد سے اس کے لئے دعا اٹھتی ہے کیونکہ اس کی تحریر کا ایک ایک لفظ کہہ رہا ہوتا ہے کہ بڑے

ہی غم میں ہے یہ شخص اپنی شرمندگی کی سرحدیں پھلانگ کر آیا ہے بیچارہ ۔ مجبور ہوگیا ہے اپنے دل کا حال ظاہر کرنے پر، نہیں چاہتا تھا مگر بے اختیار ہے اور اپنے آپ کو پابند سمجھتا ہے کہ جب تک میں اجازت نہ لوں میں نہیں شرح سے کم دے سکتا۔ اس کیلئے دل سے بے اختیار دعا اٹھتی ہے اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس طرح قبول فرماتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ہی اس شخص کا خط آتا ہے کہ ہم نے اجازت تو لی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنا احسان فرمادیا ہے اتنی جلدی میرے حالات بدل گئے ہیں کہ اب مجھے اس اجازت کی ضرورت ہی کوئی نہیں رہی اور میں شرح کے مطابق دینے لگ گیا ہوں۔ تو یہ روحانی پہلو بھی ایسا تھا جس کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے یہ کہا تھا کہ اجازت لیں اور لکھ کر اجازت لیں۔ اکیلے اکیلے خط نہیں لکھنا تو اپنی جماعت میں معاملہ پیش کردیں امیر صاحب کی خدمت میں تو ان کی طرف سے فہرست آجائے اور وجوہات لکھی ہوں۔ اس کے بعد جو لوگ چھپاتے ہیں وہ جرم کر رہے ہیں خدا کا۔ میری نظر میں نہیں آتے تو نہ آئیں لیکن اللہ کی نظر سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ اور پھر یہ سودا بیوقوفی کا ہے، اس قدر بیوقوفی کا سودا ہے کہ اس چیز سے ڈرتے ہیں جس چیز سے نہیں ڈرنا چاہئے اور اس سے نہیں ڈرتے جس سے ڈرنا چاہئے ۔ یہ تو ایسی بات ہے جیسے انسان کسی پناہ گاہ سے بھاگ کر کسی شیر کی کچھار میں چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا جو شخص مشکلات میں مبتلا ہے پھنسا ہوا ہے کسی قسم کی مصیبت میں اس کے نکلنے کی راہ یہ ہے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ وہ اس طرح اس کو رزق پہنچائے گا کہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا کہ یہاں سے بھی مجھے رزق مل سکتا تھا۔ یعنی رزق کے رستے بھی اتنے مختلف ہیں خدا کی عطاء کے کہ انسانی ذہن وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ یہ تو وہ لوگ جو سچے توکل کی جرأت کرتے ہیں ان کو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب رزق عطا فرمانا شروع کرے تو کوئی روک ٹوک ہی نہیں ہے۔ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ اس مضمون کو مزید خدا کھولتا چلا جا رہا ہے کہ جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جب ایک انسان کسی انسان پر سہارا کرلے اور کہے کہ دیکھو جی! اب میں نے تم پر سہارا کرلیا ہے تم قبول کرتے ہو یا نہیں اور وہ کہے کہ میں قبول کرتا ہوں۔ تو ایک انسان کو بھی دوسرے کے سہارے کی شرم اور حیا ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ جب تو نے مجھے سہارا بنالیا اور میری خاطر ایک تلخ گھونٹ بھرنے کی کوشش کی ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔ جب تم مجھ پہ توکل کرو گے تو صرف یہ نہیں کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا، نہیں حَسْبُهٗ اللہ ایسے توکل کرنے والے کے لئے کافی بھی ہے۔ انسان تو بعض دفعہ توکل کرنے والے کا ہاتھ نہ بھی جھٹکے تب بھی بے اختیار ہو جاتا ہے اس کے اپنے پاس ہی کچھ نہیں ہوتا اس کو سنبھالنے کے لئے لیکن اللہ تو بے اختیار نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ کتنی مزید قوت پیدا فرمادی خدا تعالیٰ نے اس معاملے میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس امر کے بارے میں خدا فیصلہ کرتا ہے کہ میں یہ کروں گا۔ وہ کر کے چھوڑتا ہے اس معاملے کو انتہاء تک پہنچا کے چھوڑتا ہے۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(درثمین صفحہ: ۱۵۸)

یہ وہ مضمون ہے جو بیان ہو رہا ہے۔

قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيۡءٍ قَدۡرًا فرماتا ہے ہر چیز کی ہم نے ایک تقدیر بنائی ہوئی ہے ایک اندازہ مقرر کیا ہوا ہے اگر دیر بھی ہو تو تم بدظنی نہ کرنا ہم پر بالآخر ہم اس بات کو پورا کر کے دکھائیں گے تمہارے حق میں۔ اگر کچھ دیر رزق کا ابتلاء ذرا لمبا بھی ہو جائے یا کچھ دیر کے لئے تم سمجھو کہ ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا تو ایسا سودا نہیں کرنا خدا سے۔ خدا سے سودا تو ایسا کرنا ہے کہ اس کی خاطر دے دیا اور پھر توکل کر لیا کہ بس جس کو دیا ہے وہی ہمارا سہارا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے دن انتظار کرنا شروع کر دو کہ چھت پھٹے اور اب پیسہ گرنا شروع ہو جائے۔ اگر اس طرح خدا کا معاملہ ہو تو جتنے بے ایمان ہیں وہ سب سے زیادہ چندے ادا کریں۔ جتنے دنیا کے حریص ہیں وہ مالی قربانیوں میں سب سے آگے بڑھ جائیں کیونکہ ان کو پتہ ہوگا کہ کل جتنا دیں گے ہم دوسرے دن اس سے زیادہ مل جانا ہے۔ تو ایسا قانون کوئی نہیں چلتا کہ بے وقوف انسان کو بھی نظر آجائے بلکہ دنیا دار کی آنکھ کے سامنے ایک پردہ رہتا ہے وہ نہیں دیکھتا ان چیزوں کو، لیکن صاحب تقویٰ جان رہا ہوتا ہے کہ میری قربانی کے بعد کچھ آزمائشیں بھی آئیں گی لیکن بالآخر خدا نے وہاں سے دیا جہاں سے میری توقع نہیں تھی۔ اور یہ مضمون ایک خاص حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کا مطلب یہ ہے کہ روزمرہ کے جو عام تمہیں ملنے کے طریق ہیں اگر ان سے ہی خدا تمہیں واپس کرے تو تمہارا نفس یہ بھی بدظنی پیدا کر سکتا ہے کہ یہ تو ملا ہی کرتا تھا یہی، تجارت ہماری تھی اس نے آخر چمکنا ہی تھا، دنیا میں ترقی ہوتی رہتی ہے، ترقی ہوگئی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں معاملہ کرتا ہوں، تمہارے تقویٰ کو قبول کرتا ہوں، تمہارے توکل کی شرم رکھتا ہوں تو میں پھر ایسے طریق کا معاملہ کرتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ ملنے والا میرا عام دستور نہیں تھا جس رستہ سے مجھے عطا کیا گیا ہے یہ عام دستور کا رستہ نہیں تھا، اس سے ہٹ کر بات ہوئی ہے، خدا کا خاص معاملہ ہوا ہے۔ اور یہ ہے وہ اصل نعمت جو متقی کے لئے بھی نعمت ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ ہے وہ تقویٰ کا پھل جس کی دنیا کے لحاظ سے کوئی قیمت مقرر ہی نہیں کی جا سکتی۔ ایک آدمی کو ہزار روپیہ کہیں سے اتفاقاً مل جاتا ہے وہ آتا ہے اور خرچ بھی ہو جاتا ہے۔ اس کی لذت آئی اور ختم بھی ہوگئی۔ جب اس کو یہ پتہ چلتا ہے کہ میرے خدا نے اپنی رحمت اور خاص فضل سے یہ مجھے اس طرح عطا کیا تھا تو لامتناہی لذت ہوتی ہے اس کی۔ ایسی لذت ہے جس پر فنا نہیں آتی۔ وہ اپنے بچوں کو سناتا ہے وہ واقعہ، اس کے بچے اس کے پوتوں کو وہ واقعہ سناتے ہیں اور نسلاً بعد نسلٍ یہ واقعات چلتے ہیں کہ اس طرح ہمارے باپ دادا میں سے ایک شخص تھا جس نے خدا سے یہ معاملہ کیا تھا تھوڑا سا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ معاملہ کیا۔ جو لذت اس بات کی ہے مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کی وہ تو لذت ہی بالکل ایک الگ لذت ہے۔ تو وہ شخص جو چند پیسے چند کوڑیاں مار رہا ہے خدا کے حق کی وہ ان ساری نعمتوں سے محروم ہو رہا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جو کچھ اس نے حاصل کیا ہے وہ سارا بے برکتی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ بیماریاں حاصل کر رہا ہے، وہ مصیبتیں، حادثات حاصل کر رہا ہے، وہ ذہنی پریشانیاں حاصل کر رہا ہے، وہ روزمرہ کی زندگی کی الجھنیں حاصل کر رہا ہے اور وہ روپیہ اس کے کام نہیں آ رہا ہے اور جو خدا کی خاطر تقویٰ کے ساتھ قربانی کرتا ہے اس کے معاملات کو سیدھا رکھتا ہے اس کی ساری زندگی کا خدا حسب ہوتا ہے اس کے لئے چند پیسوں کا حَسب نہیں رہتا۔

اس مضمون کو بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس کو ضرور زیادہ پیسے دیتا ہے فرماتا ہے، يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ جیسا کہ قرآن کریم کا علم رکھنے والے جانتے

ہیں کہ یــرزق کا لفظ خدا تعالیٰ کی ہر عطا پر آتا ہے۔ ہر چیز جو بندے کو ملتی ہے وہ رزق کہلاتی ہے، یعنی خدا تعالیٰ جب پیار کی باتیں کر رہا ہوتا ہے بندے سے تو وہ بھی رزق ہے، کشوف دکھا رہا ہوتا ہے تو وہ بھی رزق الٰہی ہے، روحانی رزق بھی اس میں شامل ہے اور جسمانی رزق بھی شامل ہے تو جب خدا یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں اسے رزق عطا فرماؤں گا تو مراد یہ نہیں ہے کہ صرف دنیا کے پیسے دیگا۔ روحانی رزق سے بھی اس کو لذت آشنا کرے گا اور ایسے ایسے طریق پر اس کو روحانی رزق عطا فرمائے گا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کیسے آیا جیسا کہ حضرت مریم کے معاملے میں قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ حضرت زکریا جب حضرت مریم کی محراب میں داخل ہوا کرتے تھے، آپ کے حجرے میں اور دیکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے عظیم الشان رزق عطا ہوئے ہوئے ہیں تو حیرت سے پوچھا کرتے تھے کہ اے بچی! تیرے پاس یہ کہاں سے باتیں آگئیں۔اس سے مراد یہی ہے یہ نہیں تھا کہ کچھ تحفے پہنچ جاتے تھے جو ان کی نظر بچا کر پہنچ جایا کرتے تھے۔مراد یہ ہے کہ حضرت مریم کو عشق الٰہی اور معرفت کی ایسی ایسی باتیں عطا ہوتی تھیں خدا کی طرف سے کہ ایک نبی کو بھی تعجب میں ڈالتی تھیں۔جس کا اپنا مضمون تھا یہ، جس کے گھر کی بات تھی، وہ حیرت سے دیکھتا تھا کہ یہ تو ایک بچی ہے یہ تو خدا کی نبی بھی نہیں اور ایسے ایسے اعلیٰ رزق خدا اس کو عطا فرما رہا ہے ۔ تو دنیا نہیں صرف سنورتی دین بھی سنورنے لگتا ہے اور اس رنگ میں سنورنے لگتا ہے کہ انسان تصور بھی نہیں کرسکتا کہ اس اس طرح خدا تعالیٰ اس کے دین کو سنوارتا چلا جائے گا۔

بہر حال اس مضمون پر ایک خطبہ کافی نہیں ہے کیونکہ مالی معاملات کے بعض پہلو ابھی بیان ہونے والے ہیں اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مضمون ہیں تقویٰ سے تعلق رکھنے والے جن پر میں سمجھتا ہوں کہ اس رنگ میں بات ہونی چاہئے کہ جڑ سے بات شروع کی جائے۔ خدا تعالیٰ سے معاملات درست کرنے کے متعلق بات ہو تا کہ پھر بندوں کے معاملات خود بخود اس کے نتیجہ میں درست ہونے لگیں۔

بہر حال جڑ کی طرف توجہ رکھے ہر احمدی اور یہ یاد رکھے کہ خدا جس جڑ کی توقع رکھتا ہے وہ ثَابِتٌ جڑ ہے۔ مضبوط اس قوت کے ساتھ گڑھی ہوئی کہ اس کے اوپر ایک عظیم الشان درخت تقویٰ کا تیار ہو اور ابتلاء سے بالا ہو جائے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی توقعات ہیں بندوں سے وہ تو ایسا درخت

بنانا چاہتا ہے کہ وہ آسمان تک بھی اس کی شاخیں چلی جائیں۔ تو اس کی جڑوں میں کسی قسم کا تزلزل نہ آئے، کوئی نقصان نہ پہنچے۔ لیکن یہ اب ہر بندے پر اپنے اوپر منحصر ہے کہ وہ اپنے لئے کیسا درخت بنا رہا ہے۔

ایک کہانی آپ نے بہت سنی ہوگی۔ وہ غالباً سویڈن میں پہلی دفعہ بنی تھی مگر جہاں بھی بنی تھی سب دنیا میں مشہور ہو چکی ہے کہ ایک Bean (پھلی) ایسی دیتا ہے کوئی کسی بچے کو کہ جب وہ اس کو کاشت کرتا ہے تو آسمان تک اس کی شاخیں پہنچ جاتی ہیں۔ وہ بیل چڑھتی ہے چڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ تو ہے تو وہ ایک کہانی اور لغو سی بات ہے کبھی دنیا میں ایسا واقعہ نہیں ہوا لیکن قرآن کریم نے ایک ویسی ہی کہانی بیان فرمائی ہے لیکن وہ ہے سچی اور سو فی صدی سچی۔ اس Bean کی کہانی کو پڑھ کر تو بچوں کے دلوں میں بڑی تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور بڑے بھی بہت شوق سے سنتے ہیں لیکن یہ تقویٰ کی کہانی یہ بیج جو خدا نے قرآن کریم میں رکھ دیا ہے اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اس کو پڑھتے ہیں اس کو سنتے ہیں اور دل میں کوئی تحریک پیدا نہیں ہوتی۔ یہ جھوٹی زندگی، جھوٹی زندگی کے تصورات جھوٹی زندگی کی دلچسپی ملمع کی باتیں ہوں تو اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور جہاں حقیقتیں ہیں اور سچائیاں بیان ہوں وہاں اگر ایسے درخت کا راز آپ کو بتایا جائے کہ آج اس کا بیج بوئیں تو کل بھی یہ ممکن ہے کہ اس کی شاخیں آسماں سے باتیں کر رہی ہوں اور پھر آسمان سے ایسا رزق عطا ہو رہا ہو کہ وہ کبھی نہ چھوڑے وہ ایسا رزق نہ ہو جو کسی موسم میں ملنا بند ہو جائے۔ اور کسی موسم میں ملنا شروع ہو جائے۔ تُؤْتِيٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا (ابراہیم: ۲۶) اپنے رب کے حکم سے وہ ایک ایسا درخت بن جاتا ہے کہ ہر آن ہر حالت میں وہ پھل دیتا ہی چلا جاتا ہے یہ نقشہ جس درخت کا کھینچا گیا ہے اس کی طرف تو توجہ نہیں اور اس Bean کے قصے ساری دنیا میں ترجمے ہو ہو کر پھیل رہے ہیں کہ جو ایک فرضی Bean کی کہانی ہے وہ اگر بودی جائے تو اس بیل کی شاخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں لیکن اس میں یہ بھی تو ساتھ لکھا ہوا ہے کہ پھر جب اس کو کاٹو تو کٹ بھی جاتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی آدمی آسماں سے باتیں کرتی ہوئی بیل پر چڑھا ہوا ور نیچے سے کوئی کاٹ دے اور وہ دھڑام سے زمیں پر آجائے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے اَصْلُهَا ثَابِتٌ وہ ایسی مضبوط رنگ میں پیوستہ ہوتی ہے کہ اس کے گرنے کا کوئی خطرہ

نہیں ہوتا جب تقویٰ پر بنیاد ہوگی تو وہ درخت ہیں جو انسانیت کو ملیں گے اور یہ وہ پھل ہیں جو انسانیت کو عطا ہونگے ۔اس درخت کی طرف دوڑو! اور اس درخت کو حاصل کرو جس کی جڑیں زمین میں گہری پیوستہ ہیں اور شاخیں آسماں سے باتیں کررہی ہیں اور خدا سے رزق حاصل کرتی ہیں بندے کے رزق کی خاطر وہ خدا سے دھوکہ نہیں کررہی ہوتیں۔

دیکھو رزق کے مضمون کو بھی آسمان تک پہنچادیا۔فرمایا تم سمجھتے تھے کہ رزق تمہاری طرف سے خدا کو جاتا ہے اور یہ سمجھ کے تم نے خدا کے رزق مارنے شروع کئے۔تم سمجھتے تھے کہ تم ہو جو خدا کو دیتے ہو اور یہ سمجھ کر تم نے فیصلہ کرنا شروع کیا کہ کتنا خدا کو دینا ہے اور کتنا خدا کو نہیں دینا۔ لیکن ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اگر تمہارا تقویٰ درست ہو تو تمہیں بالکل کچھ اور دکھائی دینے لگے، تمہارے رزق کے تصور کا جہان بدل جائے۔تمہیں یہ معلوم ہو کہ زمین سے کچھ بھی نہیں آتا۔ جو کچھ بھی آتا ہے آسمان سے آتا ہے۔ جو پھل بھی عطا ہوتا ہے وہ آسمان سے عطا ہوتا ہے اور اسی میں سے کچھ امتحاناً تم سے واپس مانگا جاتا ہے اور تمہارے پاس اپنا تو کچھ بھی نہیں ہے۔اللہ ہے جو غنی ہے تم تو فقیر لوگ ہو۔

اس مضمون کو سمجھ کر مالی قربانی میں آگے بڑھیں گے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کی زندگی میں ایک انقلاب واقعہ ہو جاتا ہے اتنا عظیم الشان انقلاب برپا ہوگا آپ کی زندگی میں کہ وہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا انقلاب ہوگا،آپ کی اولاد پر اس کا صحت منداثر ہوگا آپ کے انسانی معاملات پر اس کا صحت منداثر ہوگا۔نسلاً بعد نسلٍ یہ آپ کی نیکی آپ کی اولاد کے خون میں منتقل ہوتی چلی جائے گی۔ایک فرحت اور اطمینان اور تسکین آپ کو نصیب ہوگی جو ویسے آپ حاصل کرہی نہیں سکتے۔تو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ اس جڑ کو پکڑلیں کہ جو ہر نیکی کی جڑ ہے۔خدا اس جڑ کو باقی رکھے کیونکہ یہ جڑ باقی رہے تو سب کچھ باقی رہتا ہے۔